© rasailojaraid.com

چند یادیں، کچھ تاثرات

مرتبہ: عبدالمجید ساجد

○ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی○

مولانا مودودیؒ کی تحریروں نے جدید تعلیمی اداروں میں ماحول کو پاکیزہ کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ایک وقت تھا کہ تعلیمی اداروں میں لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے، مگر مولانا مودودیؒ کی کتابیں پڑھ کر لوگوں میں یہ جرأت پیدا ہوئی کہ وہ کھل کر تعلیمی اداروں میں نماز پڑھنے لگ گئے اور نماز نہ پڑھنے والے شرمندہ ہونا شروع ہو گئے۔

رموز تصوف کے حوالے سے مولانا مودودیؒ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ وہ آج کل کے صوفیہ کے تو خلاف تھے۔ اس تصوف کے تو مولانا اشرف علی تھانویؒ بھی مخالف تھے، شاید مروجہ تصوف کے بریلوی بھی قائل نہیں ہیں۔ لیکن صحیح تصوف کے مولانا مودودیؒ قائل تھے۔ تصوف تو حدیث پر عمل کرنے کا نام ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کبر، کینہ، غرور، بغض اور حسد نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سب دل کے امراض ہیں، ان چیزوں سے دل کو پاک ہونا چاہیے۔ اور دل کو امراض سے پاک کرنا ہی اصل تصوف ہے۔ یہ تصوف تو حدیث میں بھی آتا ہے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (یقیناً فلاح پا گیا، وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا کہ تمھیں کتاب اللہ کی دعوت بھی دیتا اور تمھارے دل کا تزکیہ بھی کرتا ہے۔ لہٰذا کفر بھی نہ ہو، حسد بھی نہ ہو، کدورتیں بھی نہ ہوں، کینے اور عداوتیں بھی نہ ہوں تو اس قسم کے تصوف سے وہ انکار نہیں کرتے

○ ممتاز عالم دین، صدر مدرس جامعہ اشرفیہ، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے۔ البتہ جو جدید تصوف ہے اسے وہ صحیح نہیں سمجھتے تھے' آج کل کے صوفیا بڑے بڑے محلات میں رہتے ہیں اور وزیروں مشیروں سے بھی زیادہ پُرتعیش زندگی گزار رہے ہیں تو ان صوفیا کو کوئی بھی عالمِ دین قبول نہیں کرسکتا اور ایسے تصوف کے مولانا مودودیؒ بھی خلاف تھے۔

مولانا مودودیؒ بہت بڑے عالم دین تھے' اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو بڑا عالم دین نہیں کہتے تھے۔ ایک معاملے میں' میں نے مولانا سے کہا: ''میرا خیال ہے کہ تفہیم القرآن میں فلاں جگہ پر الفاظ درست استعمال نہیں کیے گئے' اگر انھیں تبدیل کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے''۔ انھوں نے بعد میں وہ الفاظ میرے کہنے پر تبدیل کر دیے۔ یہ ان کی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت تھا۔

وہ اکثر جامعہ اشرفیہ میں آیا کرتے تھے' جمعۃ المبارک یہیں ادا کرتے' اس طرح میری ان سے بڑی ملاقاتیں ہوتیں' میں نے انھیں بہت حلیم' مدبّر اور مفکر پایا۔

○ جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال°

مولانا مودودی سے میری باقاعدہ ملاقات ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ہوئی' جب میں' ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے مقابلے میں لاہور سے قومی اسمبلی کے ایک حلقے سے مسلم لیگ کا امیدوار تھا۔ انتخابات کے سلسلے میں' مولانا مودودی سے ملنے گیا' تاکہ ان سے جماعت اسلامی کے حلقے کے ووٹوں کے لیے گزارش کروں۔ میرے ساتھ آغا شورش کاشمیری مرحوم بھی تھے۔ مولانا نے شفقت کرتے ہوئے ہم سے بڑا تعاون فرمایا۔ اسی حلقے سے نواب زادہ نصراللہ خان صاحب کی پاکستان جمہوری پارٹی کے جنرل سرفراز خان بھی کھڑے تھے۔ ہم نے مولانا سے کہا کہ وہ انھیں بٹھانے کے لیے نواب زادہ صاحب کو کہیں' اور مولانا نے انھیں فون کیا۔ لیکن نواب زادہ صاحب نے کہا کہ میرا کوئی اختیار نہیں۔ تاہم میں انتخابات میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کے بعد مولانا جب بھی ملتے بڑی شفقت اور محبت سے ملتے۔

مولانا مودودی کے علامہ اقبال سے بہت اچھے تعلقات تھے' پاکستان کے وجود میں آنے سے پیشتر علامہ اقبال نے چند علما کو موجودہ پاکستان کے علاقے میں بلانے کی کوششیں کیں' اسی سلسلے

○ جسٹس (ر) سپریم کورٹ آف پاکستان' سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں انھوں نے مولانا مودودی سے بھی رابطہ کیا، جو ان دنوں حیدرآباد دکن میں رہائش پذیر تھے۔ علامہ نے مولانا کو خط لکھا کہ پنجاب میں ان کی ضرورت ہے اور اپنی خواہش کا اظہار بھی کیا کہ یہاں کوئی ایسا تعلیمی، تربیتی اور تحقیقی مدرسہ قائم کیا جائے، جہاں روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کی تعلیم دی جائے۔ اقبال اس خط و کتابت کے دوران مولانا کو اس طرف ترغیب بھی دیتے تھے۔ بہرحال دونوں اصحاب نے ملاقات کر کے ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ چودھری نیاز علی خاں صاحب نے پٹھان کوٹ میں اس مقصد کے لیے زمین دے دی۔ پھر مولانا مودودی، اقبال سے ملنے کے لیے حیدرآباد سے لاہور آئے۔ اس سلسلے میں آخرکار یہ طے پایا کہ جامعۃ الازہر (مصر) کے مصطفیٰ المراغی (ریکٹر) کو خط لکھا جائے، کہ ہمیں ایسے علما چاہییں، جو فقہ اور دیگر تمام اسلامی علوم جانتے ہوں، کم ازکم ایک عربی کا ماہر استاد ضرور بھیجیں۔ لیکن المراغی نے کہا کہ اس قسم کی شخصیت نہیں ہے۔ یہ واقعات علامہ اقبال کی زندگی کے آخری ایام کے ہیں۔ بہرحال اقبال کی نظر مولانا مودودی پر جا پڑی۔ مولانا نے ۱۹۳۷ء کے آخری دنوں میں علامہ اقبال سے تین ملاقاتیں کیں اور ادارے کے بارے میں تفصیلات طے کیں۔ پھر مولانا حیدرآباد سے شفٹ ہو کر پٹھان کوٹ آگئے۔ اس زمانے میں علامہ کے سیکرٹری سید نذیر نیازی نے مولانا کو خط لکھا کہ آپ علامہ اقبال سے جلد مل لیں، شاید ان کے جانے کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ مگر دوسرے روز علامہ کا انتقال ہوگیا [یہ ساری تفصیل اقبال کی سوانح عمری زندہ رود از ڈاکٹر جاوید اقبال میں درج ہے]۔ تاہم مولانا نے تن تنہا اپنا کام شروع کر دیا۔ علامہ اقبال کے مجوزہ ادارے کا نام دارالاسلام رکھا گیا۔

میرا خیال ہے کہ مولانا مودودی اگر صرف علمی رہبری کرتے رہتے تو معاشرے میں ان کی علمی رہبری کی زیادہ اہمیت اور وزن ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت سی ایسی خصوصیات عطا کی تھیں کہ وہ ہمارے لیے ایک بلند پایہ علمی دبستان قائم کر سکتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال اور مولانا مودودی دو ہی فکری شخصیات تھیں۔ مولانا مودودی نے بلاشبہہ فکری رہنمائی بھی کی ہے، مگر سیاست میں ان کا آنا میرے خیال میں کیچڑ میں ملوث ہونے کے مترادف تھا۔ علامہ اقبال نے بھی بڑی سیاست کی، جب قائداعظم یہاں نہیں تھے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مولانا مودودی نے جتنا قیمتی وقت سیاست میں دیا، اگر اتنا ہی وقت وہ علم کو پروان چڑھانے اور قوم کو فکری رہنمائی دینے میں صرف

© rasailojaraid.com